۳۷

تمام کمالاتِ انسانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ملے اور ان میں ہمیشہ اضافہ ہوتا رہتا ہے

(فرمودہ ۲۲؍دسمبر ۱۹۳۹ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

''تھوڑے ہی دن ہوئے ایک شخص نے مجھ سے ایک سوال کیا تھا جو سوال و جواب غالباً ''الفضل'' میں شائع ہو چکے ہیں اُس وقت اختصار کے ساتھ مَیں نے اس سوال کا جواب دے دیا تھا۔ آج جس وقت مَیں خطبہ کے لئے کھڑا ہؤا تو اذان سُنتے ہی میرا ذہن اس سوال اور اس کے ایک اَور جواب کی طرف چلا گیا جو خود رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سوال کا دیا ہے اور مَیں نے سوچا کہ آج اسی سوال کے جواب کو خطبہ کے ذریعہ سے اس روشنی میں جو رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سند سے حاصل ہوئی ہے بیان کر دوں۔ یہ سوال غالباً میرے کسی خطبہ کی بناء پر کیا گیا تھا جو ''الفضل'' میں شائع ہو چُکا ہے اور سوال یہ تھا کہ آپ بتائیں کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام کے تمام کمالات اس دُنیا میں حاصل نہیں کر چکے تھے؟ غالباً میرا کوئی مضمون یا خطبہ کسی ایسے موضوع کے متعلق تھا کہ جس سے سائل کو یہ شُبہ پیدا ہؤا کہ شاید میرے نزدیک رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تمام کمالات حاصل نہ تھے۔ مَیں نے جو جواب دیا اُس کا مفہوم یہ تھا کہ اگر تو تمام کمالات سے مراد یہ ہے کہ جو ترقیات کوئی انسان حاصل کر سکتا ہے

اور جو کمالات انسان کو حاصل ہو سکتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کئے تو یہ ٹھیک ہے لیکن اگر تمام کمالات اللہ تعالیٰ کی نسبت سے ہیں اور اس کے یہ معنے لئے جائیں کہ اب یہ معاملہ ختم ہے اور مزید کسی ترقی کی گنجائش نہیں تو یہ غلط ہے۔ جتنے فضل آپؐ پر نازل ہوئے ہیں وہ ان سب سے زیادہ ہیں جو آپ سے پہلوں پر ہوئے یا پچھلوں پر ہوں گے اور اگر اس نسبت سے کہا جائے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تمام کمالات حاصل تھے تو یہ ٹھیک ہے۔ کیونکہ جو کمالات حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حاصل ہوئے، حضرت نوح علیہ السلام کو حاصل ہوئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہوئے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی حاصل ہوئے۔ اسی طرح دوسرے مُلکوں کے نبیوں کو جن کے نام قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں یا نہیں ہوئے جو کمالات حاصل ہوئے وہ آپ کو بھی حاصل ہیں اور نہ صرف انبیاء کے کمالات بلکہ دوسرے لوگ بھی جن کو کوئی نہ کوئی ایسا کمال حاصل تھا جو کسی نہ کسی رنگ میں مذہب پر اثر انداز ہوتا ہے۔ وہ خواہ آپ سے پہلے ہوئے ہیں یا بعد میں پیدا ہوں گے ان کے سب کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں بلکہ آپ کے بعد آنے والوں کو جو کمال بھی حاصل ہوگا ظلّی طور پر حاصل ہو سکے گا۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے اور اگر کوئی اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے تو اس کے یہ معنے ہیں کہ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ پر غور ہی نہیں کیا لیکن اگر تمام کمالات کے معنے یہ لئے جائیں کہ خدا تعالیٰ کے قُرب کی تمام راہیں اپنی انتہاء تک آپ کو حاصل ہوگئیں اور اب کوئی اَور راہ باقی نہیں اور نہ کوئی اَور درجہ باقی ہے جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حاصل ہو سکتا ہو تو یہ بالکل غلط بات ہے اور یہ جواب مختصر الفاظ میں میری طرف سے ''الفضل'' میں شائع ہؤا تھا۔ پہلے بھی یہ مضمون مَیں نے کئی بار بیان کیا ہے لیکن انسان کو جس سے محبت ہو اُس کے متعلق ظاہری شان وشوکت کے الفاظ کے استعمال پر وہ بڑا حریص اور دلیر ہوتا ہے اور مسلمانوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جو محبت ہے اس کے ماتحت وہ چاہتے ہیں کہ کوئی ایسا لفظ آپ کے متعلق نہ بولا جائے جس سے معلوم ہو کہ آپ کے لئے ابھی کوئی مقام طے کرنا باقی ہے۔ اس لئے مسلمانوں میں سے جو لوگ عارف نہیں ہیں ان کو یہ بات ناگوار گزرتی ہے اگر یہ کہا جائے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

نے جو مراتب حاصل کئے ہیں ان سے آگے بھی ابھی مدارج باقی ہیں لیکن اس بات کا بھی خیال رکھنا کہ کسی ترقی کرنے والی چیز کا کسی مقام پر جا کر رُک جانا اس کے تنزل کی دلیل ہؤا کرتی ہے۔

پھر اس امر کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان خواہ کتنی بلند ہو اور آپؐ سے ہمیں خواہ کتنی محبت ہو اللہ تعالیٰ کی شان بہرحال آپؐ کی شان سے بہت بالا ہے۔ خدا تعالیٰ ازلی ابدی ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کے فیضانوں میں سے ایک بہت بڑا فیضان ہیں اور یہ آپ کی ذات سے دُشمنی ہوگی کہ ہم آپ کو کوئی ایسا مقام دے دیں جس کے دینے سے خدا تعالیٰ کا مقام چھنتا ہو۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس شان کو کبھی پسند نہیں کر سکتے بلکہ ایسا خیال کرنے والے کو اپنا بدخواہ سمجھیں گے۔ آپ کا اپنا عمل اس بات پر شاہد ناطق ہے۔ آپ نہایت زبردست قوتوں کے مالک تھے اور آپ کو ایسے ایسے کاموں کی توفیق ملی جو بڑے بڑے قوی انسان بھی نہیں کر سکتے اور جس کے قویٰ زیادہ مضبوط ہوں اسے جان کنی کی تکلیف زیادہ ہؤا کرتی ہے۔ اس لئے آپ کو یہ تکلیف بہت زیادہ تھی۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مَیں پہلے یہ سمجھا کرتی تھی کہ جسے جان کنی کی تکلیف زیادہ ہو وہ اچھا آدمی نہیں ہوتا مگر جب مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا تو اپنی رائے بدلنی پڑی۔ اس انتہائی تکلیف کے وقت بھی آپ کو اللہ تعالیٰ کے مقام کا اتنا خیال تھا کہ آپ چونکہ جانتے تھے کہ میرے اتباع کو مجھ سے اتنا عشق ہے کہ ممکن ہے میرے مرتبہ کے متعلق غلو سے کام لیں اس لئے اس تکلیف کے وقت میں بار بار آپ کے مُنہ سے یہ الفاظ نکلتے تھے کہ خدا تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا آپ بار بار یہی فرماتے تھے۔[1] گویا اپنی قوم کو آخری سبق جو آپ نے دیا وہ یہی تھا کہ مجھے کوئی مشرکانہ مقام نہ دینا اور اگر تم نے ایسا کیا تو یہ خیال مت کرنا کہ مَیں اس سے خوش ہوں گا بلکہ میری روح ایسا کرنے والوں پر لعنت کرے گی۔ پس خواہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی ہوں آپ کی طرف ایسا مقام منسوب کرنا جو اللہ تعالیٰ کے درجہ کی تنقیص کا موجب ہو آپ کے لئے خوشی کا موجب نہیں بلکہ ایسا کرنے والے پر آپ کی لعنت ہوتی ہے اور موت کے وقت کی لعنت تو بہت ہی خطرناک ہوتی ہے۔ جو لوگ سچے مذہب کے پیرو نہیں مثلاً ہندو وغیرہ قومیں وہ بھی

موت کے وقت کی بددُعا سے بہت ڈرتی ہیں۔ کسی کے ماں باپ فوت ہو رہے ہوں تو ان کی اس وقت کی دُعا یا بددُعا کو بہت اہمیت دی جاتی ہے تو خدا تعالیٰ کا وہ رسول جو سب پہلے اور پچھلے انبیاء کا سردار ہے اس کے مرنے کے وقت کی بددُعا کو کس قدر اہمیت حاصل ہونی چاہئے اور یہ لعنت کتنی بڑی لعنت ہے۔

یاد رکھو اللہ تعالیٰ غیر محدود ہے۔ باقی سب محدود ہیں۔ غالباً اسی سلسلہ میں مَیں نے ایک قصّہ بھی سُنایا تھا کہ ایک دفعہ جمعہ کے روز ایک شخص مجھے ملنے آیا اور کہا کہ مَیں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ مَیں نماز کے بعد مسجد ہی میں بیٹھ گیا۔ وہ فقیری طرز کا آدمی تھا اور اباحتی طریق رکھتا تھا۔ ان کا خیال ہے کہ جب انسان خدا کو پالے تو اسے نماز روزہ کی ضرورت نہیں کیونکہ نماز روزہ بطور سواری کے ہیں اور جب کوئی سالک یار کے دَر پر پہنچ جائے تو پھر اُسے کسی سواری کی کیا ضرورت۔ اس وقت سوار رہنا تو گستاخی ہے۔ اسی عقیدہ کو مدّ نظر رکھ کر اس نے مجھ سے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص کشتی میں بیٹھ کر دریا کے پار جانا چاہے تو جب وہ دوسرے کنارے پر پہنچ جائے اس وقت بیٹھا رہے یا اُتر جائے؟ مجھے اس وقت تک معلوم نہ تھا کہ وہ کن خیالات کا آدمی ہے مگر جونہی اس نے سوال کیا اللہ تعالیٰ نے معاً میرے دل میں ڈال دیا کہ یہ اباحتی طریق کا آدمی ہے۔ یہ سوال سُن کر لازماً ہر شخص یہی کہے گا کہ جب کنارہ آ گیا تو کشتی سے اُتر جانا چاہئے لیکن اگر مَیں اُسے یہ جواب دیتا تو وہ کہتا کہ نماز روزہ وغیرہ تو خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے ذرائع ہیں جب انسان پہنچ جائے تو پھر ان کا کیا فائدہ؟ مگر اللہ تعالیٰ نے معاً میرے دل میں اس کے ارادہ کو ظاہر کر دیا اور مَیں نے جواب دیا کہ جس دریا کو پار کرنے کے لئے وہ کشتی میں بیٹھا ہے اگر تو وہ محدود ہے تو کنارہ پر پہنچ کر اُتر جانا چاہئے لیکن اگر غیر محدود ہے تو جہاں اس کو خیال ہو کہ کنارہ آ گیا وہ سمجھے یہ میری نظر کا قصور ہے۔ وہ جہاں اُترا وہیں ڈوبا کیونکہ غیر محدود دریا کا کنارہ آ ہی نہیں سکتا۔ مَیں نے کہا آپ جس دریا کا ذکر کر رہے ہیں وہ محدود ہے یا غیر محدود؟ اگر تو غیر محدود ہے تو جہاں یہ خیال کیا کہ کنارہ آ گیا ہے وہیں ڈوبے گا کیونکہ غیر محدود دریا کے متعلق یہ خیال کہ کنارہ آ گیا نفس کا دھوکا ہے۔ پس ہمارا خدا غیر محدود ہے اور جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ترقی خدا تعالیٰ کے مقام کے لحاظ سے دیکھی جائے تو ماننا پڑے گا کہ

ابھی کنارہ نہیں آیا بلکہ پہلے تو مَیں نے کہا تھا کہ نہیں آیا مگر اب یہ کہتا ہوں کہ نہیں آ سکتا۔ اگر دس ارب سال بھی گزر جائیں بلکہ دس ارب × دس ارب سال بھی گزر جائیں اور ایسا سُبک رفتار انسان ہو جیسے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں تب بھی وہ کنارہ نہیں آ سکتا۔

آج جب مَیں خطبہ کے لئے کھڑا ہؤا تو جیسا کہ میرا عام طریق ہے سوائے اس کے کہ ان ایّام میں تحریک جدید وغیرہ کی قسم کا کوئی خاص مضمون بیان کرنا ہو کوئی موضوع ذہن میں رکھ کر نہیں آیا کرتا۔ آج بھی کوئی مضمون میرے ذہن میں نہ تھا مگر جب مؤذن نے اذان کہی اور مَیں نے دُعا پڑھی اور اس میں یہ الفاظ تھے اٰتِ مُحَمَّدَانِ الْوَسِیْلَةَ وَ الْفَضِیْلَةَ ۔تو میرا ذہن فوراً اس معترض کے اعتراض اور اس کے جواب کی طرف پھر گیا اور مَیں نے فیصلہ کیا کہ مَیں آج اسی کے بارہ میں خطبہ بیان کروں۔ تو سوچنا چاہئے کہ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت حاصل نہیں۔ وسیلہ کے معنی قُرب کے ہیں اور جب ہم یہ دُعا کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اے خدا! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو اپنا قُرب اور بزرگی عطا فرما۔ اب اگر تو اس کے یہ معنے ہیں کہ قُرب اور فضیلت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حاصل نہیں تو اسلام کی بنیاد ہی باقی نہیں رہتی اور اگر حاصل ہے تو ایسی دُعا کرنا بیوقوفی ہے۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے کہ کسی شخص نے قلم تو کان پر رکھا ہو اور تلاش کرتا پھرے کہ کہاں گیا۔ پس اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو وسیلہ اور فضیلت حاصل ہے تو پھر اس دُعا کے کیا معنے مگر حقیقت یہی ہے جو مَیں نے بیان کی ہے کہ آپ کو وسیلہ بھی حاصل ہے اور فضیلت بھی مگر جب اس کا ایک درجہ حاصل ہو جاتا ہے تو دوسرا سامنے آ جاتا ہے۔ ہمارا خدا ایسی شان اور مرتبہ والا ہے کہ جب اس کے دربار میں ایک درجہ حاصل ہوتا ہے تو سینکڑوں اَور نظر آنے لگتے ہیں اور آپ نے خود ہر اذان کے بعد مسلمانوں کو یہ دُعا سکھائی ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ جو مسلمان یہ کہے کہ آپ نے سارے مقام طے کر لئے ہیں اُسے یہ دُعا نہیں مانگنی چاہئے کیونکہ کسی چیز کے مل جانے کے بعد اس کے لئے دُعا کرنا فضول ہے۔ پس جو شخص یہ سمجھے گا کہ آپ کے لئے اب کوئی درجہ باقی نہیں وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس حُکم پر عمل کرنے سے بھی محروم رہے گا۔ آپ کے یہ دُعا سکھانے کا مطلب ہی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وسیلہ اور فضیلت کی اتنی راہیں ہیں کہ کبھی ختم

ہو ہی نہیں سکتیں۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ مسلمانو! تم خدا تعالیٰ سے ہمیشہ یہ دُعا مانگتے رہو۔ اس دُعا نے اس سوال کو جو مجھ پر کیا گیا تھا بڑی اچھی طرح حل کر دیا ہے۔ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ابراہیمی کمالات حاصل ہوئے، موسوی اور عیسوی کمالات حاصل ہوئے، کرشنی کمالات حاصل ہوئے اور آپ تو الگ رہے آپ کے خادموں میں سے ایک خادم نے یہ کہا ہے کہ ؎

آنچہ داد است ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بتمام

یعنی ہر نبی کو جو پیالہ پلایا گیا ہے وہ مجھے بھی بھر کر پلایا گیا اور جب آپ کے خادموں کو وہ نعمتیں ملیں جو پہلے انبیاء کو دی گئیں اور نہ صرف معمولی طور پر بلکہ لب بہ لب بھرے ہوئے پیالہ کی صورت میں ملیں مگر باوجود اس کے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ خدا کے قرب کی راہیں اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ختم ہو گئیں۔

کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو جام مِلا وہ بھرا ہؤا تھا بیشک مرزا صاحب کو بھی وہی جام دیا گیا مگر وہ آدھا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو جام دیا گیا وہ بیشک حضرت مرزا صاحب کو بھی مِلا مگر حضرت عیسیٰؑ کو بھرا ہؤا مِلا اور مرزا صاحب کو صرف ایک چوتھائی اور اس سے آپ کا یہ شعر بھی صحیح ثابت ہو گیا۔ مگر نہیں آپ نے فرمایا ہے کہ ؎

داد آں جام را مرا بتمام

یہ تو ممکن ہے کہ عیسوی جام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کم مِلا ہو مگر یہ نہیں کہ حضرت مرزا صاحب کو کم مِلا ہو۔ آپ کو بھرا ہؤا دیا گیا ہے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خادموں کا یہ درجہ ہے تو آپ کے اپنے مقام کی بُلندی کا اندازہ بآسانی ہو سکتا ہے مگر اس کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ ابھی آپ کے سامنے بھی مدارج کا ایک لامتناہی سلسلہ باقی ہے چنانچہ آپ نے خود یہ دُعا مسلمانوں کو کرنے کا حُکم دیا کہ اٰتِ مُحَمَّدَانِ الْوَسِیْلَةَ وَ الْفَضِیْلَةَ یعنی اے خدا! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیشک بہت ترقیات حاصل کی ہیں مگر تیرے فضلوں کے مدارج لامتناہی ہیں اور ہمارا دل یہ نہیں چاہتا اور ہماری غیرت برداشت نہیں کر سکتی

کہ کوئی ایسا مقام بھی ہو جو آپ کو حاصل نہ ہو۔ اس لئے آپ کو ترقیات کا اگلا مقام بخش۔ غور کرو اس سے کتنا غیر متناہی ترقیات کا رستہ کُھل جاتا ہے۔ مجھے اس وقت حدیث کے لفظ اچھی طرح یاد تو نہیں مگر مجھ پر یہ اثر ہے کہ ایک حدیث میں بھی اسی قسم کا مضمون آتا ہے کہ مومنوں کو جنت میں بالا مدارج ستاروں کی طرح چمکتے ہوئے نظر آئیں گے اور جب وہ ان کی طرف توجہ کریں گے اور خدا تعالیٰ ان تک ان کو پہنچا دے گا تو پھر اس سے اوپر کے نظر آنے لگیں گے۔[2] اس حدیث میں بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے قُرب کی راہیں غیر محدود ہیں اور یہ کہنا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سب راہیں طے کر لی ہیں۔ آپ کی عزت نہیں بلکہ ہتک ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی راہیں تو غیر محدود ہیں اگر ہم کہیں گے کہ محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب کچھ حاصل کر چکے تو اس کے صرف یہ معنے ہوں گے کہ آپ کی ترقی رُک گئی ہے اور اس عقیدہ میں آپ کی عزت نہیں بلکہ ہتک ہے۔ ہماری اس کوشش کی مثال وہی ہوگی جو کہتے ہیں کہ کسی ریلوے اسٹیشن پر کوئی فقیر بھیک مانگ رہا تھا۔ گاڑی میں ایک ڈپٹی صاحب بیٹھے تھے۔ کسی نے اسے کہا کہ یہ ڈپٹی ہیں ان سے مانگو۔ ڈپٹی صاحب نے اس کی امید اور توقع سے بہت زیادہ پیسے اسے دے دیئے۔ اس پر وہ بہت خوش ہؤا اور کہنے لگا ''خدا تینوں تھانیدار کرے'' یعنی خدا تعالیٰ تم کو تھانیدار بنا دے۔ حالانکہ یہ کوئی دُعا نہیں بلکہ اس کے لئے بددُعا تھی کیونکہ اس کے ماتحت تو کئی تھانیدار تھے۔

پس یہ کوئی اعزاز کی بات نہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایسی بات منسوب کریں جو آپ کو ترقیات سے محروم کر دے۔ خدا تعالیٰ نے یہ رستہ کھلا رکھا ہے کہ ساری اُمت آپ کی ترقیات کے لئے دُعائیں کرتی رہے کہ یا خدا! ہمارے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو اَور بُلند درجات عطا فرما اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ آپ کو تمام مدارج مل چکے ہیں تو یہ دُعائیں بھی بند ہو جائیں گی کروڑوں مسلمان دُعا کرنا بند کر دیں گے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس حُکم کو پورا کرنے سے رُک جائیں گے اور دُعا کرنے والا خواہ کتنا حقیر بندہ کیوں نہ ہو خدا تعالیٰ اس کی دُعا سنتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے فضل کئے ہیں مگر ایک حقیر بندہ بھی

ایسا نہیں کہ وہ اپنے خدا کے حضور کھڑا ہو اور یہ سب مل کر بھی اس کے درمیان آ سکیں۔ چاہے کوئی کتنا کمزور انسان ہو جب وہ درد اور سوز کے ساتھ دُعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے ہرگز ضائع نہیں کرے گا اور اگر یہ دُعائیں بند ہو جائیں تو اس طرح وہ تحائف جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پہنچتے ہیں بند ہو جائیں گے کیونکہ جب یہ یقین ہو جائے کہ اَور مقام کوئی باقی نہیں تو پھر دُعا کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوگی بلکہ درود بھی چھوڑنا پڑے گا کیونکہ یہ بھی تو بُلندیٔ درجات پر ہی دلالت کرتا ہے۔ **اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ** کے معنے یہ نہیں کہ آپ کو روٹی اور کباب ملیں بلکہ اس سے روحانی برکات ہی مُراد ہیں اور اسی کا نام کمال ہے۔ تو ایسا عقیدہ رکھنے سے درود شریف کو بھی چھوڑنا پڑے گا اور جب کسی مسلمان کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تحائف نہ پہنچیں گے تو وہ بھی آپ کی دُعا سے محروم ہو جائے گا۔ قرآن کریم نے حُکم دیا ہے کہ جب کسی مسلمان کو کوئی تحفہ دیا جائے تو وہ اس سے اچھا نہیں تو ویسا ہی تحفہ دے اور جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے درجات کی بُلندی کے لئے دُعا کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ اسے آپ کے پاس پہنچاتا ہے تو آپ دُعا کرتے ہوں گے کہ خدایا! اس بندے کو بھی وسیلہ اور فضلیت عطا فرما۔ اسی طرح جب درود آپ کی خدمت میں پیش ہوتا ہوگا تو آپ دُعا فرماتے ہوں گے کہ خدایا! اس شخص کے گھر کو بھی برکت سے بھر دے اور ان دُعاؤں کے طفیل انسان ہزاروں آفات سے محفوظ رہتا ہے لیکن جب یہ یقین ہو کہ آپؐ کے درجات میں ترقی ممکن نہیں تو ہر معقول آدمی دُعا کرنی اور درود پڑھنا چھوڑ دے گا اور اس طرح تمام ان برکتوں سے محروم ہو جائے گا جو آپ کے ذریعہ اسے ملتی تھیں۔

پس یہ عقیدہ بالکل غلط ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ جتنے کمالات سب انبیاء اور بزرگوں کو ملے ہیں یا بعد میں آنے والوں کو ملیں گے وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حاصل ہیں اور اگر ان معنوں میں کہا جائے کہ آپ کو تمام کمالات حاصل ہیں تو یہ بات ٹھیک ہے لیکن اگر یہ مطلب ہو کہ اب خدا تعالیٰ کے پاس بھی دینے کے لئے کچھ نہیں رہا تو یہ صحیح نہیں اور ہر سُننے والا سُن لے کہ خواہ وہ اس میں ہتک سمجھے یا کچھ اَور، حقیقت یہی ہے کہ ہمارے خدا کے پاس نہ صرف دوسروں کو بلکہ خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دینے کے لئے بھی بہت کچھ ہے۔ اس کے

خزانے غیر محدود ہیں اور کوئی ان خزانوں کو ختم نہیں کر سکتا ۔'' (الفضل ۱۲؍جنوری ۱۹۴۰ء)

۱؎ **صحیح بخاری کتاب الجنائز باب مایکرہ من اتخاذ المساجد عَلَی الْقُبُورِ**

۲؎